مطالعۂ قرآن حکیم
ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانفال

(آیات ۹۔۱۰)

اَحْمَدُہٗ وَاُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ ○ وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِہٖ قُلُوْبُکُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

"یاد کرو وہ وقت جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اُس نے تمہاری دعا قبول فرما لی کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا جو لگا تار آئیں گے، اور اس سے اللہ کا مقصود صرف یہ تھا کہ تم بشارت حاصل کرو، اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں ورنہ (اہل ایمان کو) مدد تو جب بھی ملتی ہے خاص اللہ ہی کے پاس سے ملتی ہے۔ یقیناً اللہ زبردست بھی ہے، دانا بھی!"

اِن آیاتِ مبارکہ میں یومِ بدر اور اس سے قبل کی شب کی کیفیات کا بیان ہوا ہے۔ بدر کے میدان میں آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے دو لشکروں کے مابین لڑنے والوں کی نفری اور اسلحۂ جنگ اور دیگر ساز و سامان کا فرق اتنا واضح اور نمایاں تھا کہ یہ کہنا ہرگز غلط نہ ہو گا کہ مادّی معیارات کے اعتبار سے کوئی مقابلہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس صورتِ حال میں اہلِ ایمان کا اللہ کی جناب میں خشوع و خضوع کے ساتھ رجوع بالکل فطری اور منطقی بات ہے۔ اور یہ کیفیت ظاہر ہے کہ دورانِ شب بھی رہی ہو گی، صبح کے وقت بھی اور دورانِ جنگ بھی۔ عام مسلمانوں کا تو کیا کہنا خود دو نوں جہانوں

کے سردار اور اہلِ ایمان کے سپہ سالار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ کیفیت بتمام وکمال طاری تھی۔ چنانچہ گھاس پھونس کی اس جھونپڑی میں، جو آپؐ کے لیے عین میدانِ جنگ کے درمیان بنادی گئی تھی اور جس پر ہاتھ میں ننگی تلوار لیے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے آپؐ اللہ سے دُعاء ومناجات میں مصروف رہے، جس میں محویّت کا عالم یہ تھا کہ چادر مبارک بار بار کندھے سے اُتر جاتی تھی اور آپؐ کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ کبھی آپؐ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا دیتے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے: "اے اللہ! تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا اُسے آج پورا فرما!" کبھی آپؐ سجدے میں گر جاتے اور فرماتے: "اے اللہ! اگر یہ چند نفوس آج ہلاک ہو گئے تو پھر قیامت تک تیری پرستش کرنے والا کوئی نہ ہوگا!" جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: حضور! بس کیجئے! اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا!" ـــــ اور جیسے ہی یہ الفاظ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے نکلے اُدھر وحیِ خداوندی بھی نازل ہوگئی اور آنحضورؐ نے: "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" کے الفاظ فرماتے ہوئے سجدے سے سر اٹھایا ـــــ اس مقام پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا میں نیاز سے بڑھ کر ناز کا انداز بھی پیدا ہوا ہے، لیکن ہے بالکل مطابقِ واقعہ۔ گویا آنحضورؐ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ اے اللہ! میں تیرا آخری رسول ہوں، تیرے اپنے فیصلے کے مطابق میرے بعد کوئی اور رسول آنے والا نہیں ہے، اور میری پندرہ برس کی محنت ومشقّت کا حاصل ہیں یہ چند نفوس جنہیں میں نے تیرے حکم سے میدان میں لا ڈالا ہے۔ اب اگر یہ شہید ہو گئے تو پھر تجھے کون پوچھے گا۔ آیتِ زیرِ درس میں اس مقام پر لفظ "استغاثہ" استعمال ہوا ہے جو ان جملہ کیفیات کی تعبیر کے لیے موزوں ترین لفظ ہے۔ یعنی جسے فارسی میں "فریاد" اور اردو میں "دہائی" سے تعبیر کیا جاتا ہے!! ـــــ

یہاں استغاثے کا ذکر چونکہ جمع کے صیغے میں ہوا ہے لہٰذا اس کے جواب، اور اس میں دعاء کی قبولیت کا ذکر بھی جمع ہی کے صیغے سے ہوا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ نوید جانفزا اوّلاً تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دی گئی ہوگی اور آپؐ ہی کی وساطت سے جملہ اہلِ ایمان تک پہنچی ہوگی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ایک ہزار فرشتوں کی کمک آئے گی اور وہ بھی ایک دم نہیں بلکہ پے بہ پے، پرے کے بعد پرے کی صورت میں۔ اس میں ایک تو جنگ کی نفسیات کا لحاظ ہے کہ دورانِ جنگ اگر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد کمک پہنچتی رہے تو خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی ہو بہت مؤثر ہوتی ہے، اور ایک ہی بار

کمک آئے تو خواہ وہ بڑی بھی ہو زیادہ مؤثر نہیں ہوتی ـــــــ اس لیے کہ مقدم الذکر صورت میں لڑنے والوں کو مدد کی اُمید برابر لگی رہتی ہے ـــــــ دوسرا اور اہم تر اشارہ اس میں اس جانب ہے کہ اس مدد کے بھروسے پر خود ہاتھ پاؤں چھوڑ کر نہ بیٹھ رہنا۔ یہ تمہارے صبر و ثبات، عزم و ہمت اور سرفروشی و جانفشانی کی نسبت سے وقفہ وقفہ کے ساتھ نازل ہو گی، کہ نصرتِ خداوندی کے ضمن میں قاعدۂ کلیہ یہی ہے کہ: "وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ" یعنی بندہ اللہ کی مدد کر کے ہی اللہ کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا جتنا جتنا اہلِ ایمان صبر و ثبات کا مظاہرہ کرتے جائیں گے، مزید نصرتِ خداوندی کے مستحق بنتے چلے جائیں گے اور وہ نقد کی نقد حاصل ہوتی رہے گی۔

آگے جو یہ فرمایا کہ یہ پیشگی خوشخبری تو اللہ نے صرف تمہارے اطمینانِ قلب کے لیے دے دی تھی ورنہ اہلِ ایمان کو تو اللہ کی مدد ہمیشہ ہی حاصل ہوتی رہتی ہے اور جب بھی ملتی ہے تو اُس کے خاص خزانۂ فضل و کرم سے ملتی ہے ـــــــ تو اس سے موجودہ زمانے کے بعض احمقوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ فرشتوں کا نزول نہیں ہوا بلکہ یہ تو صرف مسلمانوں کا دل رکھنے کے لیے ویسے ہی کہہ دیا گیا تھا' نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ گویا اُن کے نزدیک اللہ بھی اپنے بندوں کو غچّہ و جھکمہ دینے کی کوشش کرتا ہے اور جھوٹ کی باتوں سے اُن کے دل بڑھاتا ہے۔ اگر وہ لوگ کلام کے انداز و اسلوب اور سیاق و سباق پہچانتے ہوئے خوشخبری کے ساتھ لفظ "پیشگی" کو محذوف مان لیتے تو اتنی بڑی بات اُن کے قلم یا زبان سے نہ نکلتی۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی نُصرت کی قطعیّت اور حتمیّت کا وہ انداز ہے جو "وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ" کے مبارک الفاظ میں ہے۔ اللہ کی مدد کا یہ وعدہ حتمی و قطعی بھی ہے اور اَبدی و سرمدی بھی۔ یہ مدد نہ صرف بدر و اُحد اور خندق و حنین میں آئی، اب بھی آ سکتی ہے، بقول علّامہ اقبال مرحوم کہ: ؎

"آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا!"

اور بقول جگر مُراد آبادی: ؎

"چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی　　چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی!"

اصحابِ بدر پر اللہ تعالیٰ کا جو خصوصی فضل ہوا وہ یہ کہ اُنہیں عین موقع پر، جنگ کے وقوع سے قبل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی نصرتِ خداوندی کی نوری یقین دہانی بھی حاصل ہوئی۔ اور یہ ہے وہ چیز جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ: "وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ بِہٖ قُلُوْبُکُمْ"

گویا یہاں جَعَلَہٗ کی ضمیر منصوب اصل واقعہ کی جانب نہیں بلکہ پیشگی خوشخبری کی جانب اشارہ کر رہی ہے۔
رہا فرشتوں کا نزول' تو اگر کوئی فرشتوں کے وجود ہی کا منکر ہو تو بات دوسری ہے' اس صورت میں
اُسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے' اور اُن کے وجود کو تسلیم کیا جائے تو اُن کے نزول میں کون سی
قباحت یا تعجب کی بات ہے؟ صادق الایمان اور مخلصین لہ الدین کی کیفیت کے حامل لوگوں پر
تو یہ نزول ہوتا ہی رہتا ہے' بفحوائے الفاظِ قرآنی اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ
عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○
("بے شک وہ لوگ جو کہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر جم جائیں اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ نہ خوف
کھاؤ اور نہ غمگین ہو' بلکہ خوشخبری حاصل کرو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ ہے!")۔ یہی خوشخبری تھی
جو غزوۂ بدر سے قبل آنحضورؐ کی وساطت سے اہلِ ایمان کو دے دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دین
کے لیے ایثار و قربانی کی توفیق عطا فرمائے اور ان خوشخبریوں کا مصداق بنائے' آمین یارب العالمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بقیہ : حرفِ اوّل

آپشنل مضامین کا دائرہ بھی بڑھایا گیا ہے۔ قرآن کالج کے طلبہ آئندہ آپشنل مضمون کے طور پر شماریات' نفسیات' عربی اور فارسی میں سے کسی ایک مضمون کا انتخاب کر سکیں گے۔ تاہم جو طلبہ کسی اور کالج سے ایف اے کر کے آئیں گے انہیں آپشنل مضمون کے طور پر لازماً ۱۰۰ نمبر کی عربی پڑھنا ہوگی ـــــ توقع ہے کہ ان فیصلوں سے طلبہ پہلے کی نسبت بہت سہولت محسوس کریں گے اور قرآن کالج کے اضافی مضامین کے ساتھ ساتھ دلجمعی کے ساتھ نصابی تعلیم کے حصول کے لئے کوشاں رہیں گے۔

☆ ☆ ☆

"لغات و اعراب قرآن" کی قسط زیر نظر شمارے میں شامل نہیں ہے جس کی کمی بہت سے قارئین کو محسوس ہوگی۔ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب کی علالت کے باعث ہمیں ان کی جانب سے بروقت قسط وصول نہ ہو سکی' آئندہ شمارے میں وہ ان شاء اللہ شامل ہوگی۔ محترم حافظ صاحب گزشتہ ماہ کے اواخر میں شدید طور پر علیل ہوگئے تھے۔ سانس کی تکلیف کے باعث وہ کچھ روز ہسپتال میں داخل رہے۔ اب بحمد اللہ ان کی طبیعت بہت بہتر ہے۔ بیماری سے افاقہ ہوگیا ہے تاہم نقاہت ابھی باقی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ حافظ صاحب محترم کی صحت یابی اور درازی عمر کے لئے خصوصی طور پر دعا کریں۔